حکیم آزاد شیرازی

امیر شریعت کے ساتھ چند لمحے

تیس برس پہلے کی بات ہے جب میں مرحوم خاکسار تحریک کا ایک سرگرم سپاہی تھا۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی مرحوم کی کتاب "قولِ فیصل" میں نام لئے بغیر احراری رہنماؤں کا تذکرہ کچھ نامناسب الفاظ میں کیا گیا تھا۔ بعض دوستوں کا خیال تھا کہ یہ اشارہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی طرف ہے۔ اس طرح حضرت امیر شریعت سے میرا غائبانہ تعارف "قولِ فیصل" کے اسی پیراگراف کے ذریعے ہوا۔

قیام پاکستان سے پیشتر احرار رہنماؤں علامہ سید محمد داؤد غزنوی، آغا شورش کاشمیری، خواجہ عبدالرحیم عاجز اور مرزا جانباز سے میرے نیاز مندانہ اور دوستانہ مراسم ضرور قائم ہوگئے تھے۔ لیکن احرار کے بارے میں حسن ظن نے میرے ذہن میں کبھی جگہ حاصل نہ کی۔

قیامِ پاکستان کے بعد میرا حلقہ احباب لائل پور میں زیادہ تر احرار دوستوں کا بنا جن میں خواجہ جمال دین بٹ صاحب، مولانا عبدالغفار غزنوی مرحوم اور مولانا عبید اللہ احرار شامل تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۵۲ء کے آخر میں ان دوستوں نے ترجمانِ احرار روزنامہ آزاد لاہور کے لئے مجھے اغوا کر لیا اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے دفتر احرار کی سیڑھیوں پر قدم رکھا۔ جہاں حضرت مجاہد الحسینی سے میرا سامنا ہوا۔ اور اس کے بعد دوسرے احرار رہنماؤں سے شرفِ نیاز حاصل ہوتا رہا۔

روزنامہ آزاد کی ادارت سنبھالے ابھی چند روز ہی ہوئے تھے۔ ایک دوپہر میں اپنے کمرے میں بیٹھا مصروفِ کار تھا کہ مجاہد الحسینی صاحب زبردستی مجھے کھینچ کر دفتر سے نیچے لے گئے۔ جہاں ایک کار کھڑی تھی۔ اس کار میں حضرت امیر شریعت تشریف فرما تھے۔ میں سلام عرض کر کے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ شاہ جی کار سے نکلے۔ مجاہد صاحب نے موزوں الفاظ میں میرا تعارف کرایا۔ شاہ جی نے مصافحہ کے بعد معانقہ بھی فرمایا۔ بڑے پیار سے تھپکی دی۔ اور فی البدیہہ فرمایا۔

"اچھا تو آپ ہیں ہمارے نئے ایڈیٹر آزاد شیرازی

اگر آزاد شیرازی بدست آرد دلِ مارا
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

شاہ جی تشریف لے گئے لیکن میں اس ملاقات کا مزا کئی دن تک لوٹتا رہا۔ اور آج بھی جب کبھی شاہ جی کا تذکرہ ہوتا ہے۔ میرے سامنے اس پہلی ملاقات کا نقشہ کھنچ جاتا ہے۔

روزنامہ آزاد لاہور کی ادارت کا زمانہ میری صحافتی زندگی کا بلاشبہ سنہری دور تھا۔ مجاہد صاحب کی

برادرانہ دوستی اور دوسرے احرار رہنماؤں کی شفقت و محبت نے میرے نظریات میں اہم انقلاب پیدا کر دیا۔ لیکن

زندگی پیار کی دوچار گھڑی ہوتی ہے
چاہے تھوڑی سی ہو یہ عمر بڑی ہوتی ہے

یہ دور مختصر ثابت ہوا اور تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کے سلسلے میں آزاد پابند ہو گیا۔ شاہ جی اور دوسرے احرار رہنما اسیر ہوئے اور میں دوبارہ روزنامہ سعادت کی ادارت سنبھالنے لائل پور پہنچ گیا۔

تحریک چلی اور ختم ہو گئی۔ مقدمات چلے اور بالآخر شاہ جی اور دوسرے رہنما رہا ہوئے جس کے فوراً بعد پیپلز کالونی لائل پور کے وسیع میدان میں شاہ جی نے ایک عظیم اجتماع سے وہ تاریخی خطاب کیا جسے حرف بحرف قلمبند کرنے کی سعادت راقم الحروف کو حاصل ہوئی۔ یہ خطابت شاہ جی کے علم و اجتہاد ہی نہیں، ان کے خلوص، نیک نیتی، جرأت و شجاعت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اور اسے سننے کے بعد شاہ جی کی ذات سے جو والہانہ عقیدت اور مجذوبانہ محبت ہوئی ہے۔ وہ ناقابل بیان ہے۔

یہی عقیدت اور محبت تین سال بعد مجھے ترجمان تحفظ ختم نبوت روزنامہ "نوائے پاکستان" کی ادارت کے لئے لاہور کھینچ لائی۔ اور اس زمانے میں شاہ جی بیمار ہو کر لاہور میں حکیم نبی جمال سویدا صاحب کے زیر علاج حاجی دین محمد صاحب کے یہاں حبیب گنج بادامی باغ میں مقیم ہوئے۔ جہاں حسن اتفاق سے بندہ پانچ برس سے مطب کر رہا ہے۔

میں روزانہ یا ہر دوسرے روز وقت نکال کر شاہ جی کی خدمت میں حاضری دیتا رہا۔ جہاں جلوت و خلوت میں ان کے ارشاداتِ عالیہ سے مستفیض ہوتا رہا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ شاہ جی تہبند باندھے ڈیوڑھی میں کرسی پر تشریف فرما ہوتے۔ درویشی و سلطانی کو شاہ جی کی ذات میں جمع ہوتے جیسے میں نے دیکھا ہے۔ وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

شاہ جی کو میں نے جوانی میں نہیں بڑھاپے ہی میں دیکھا ہے لیکن ان کے چہرے کے نقوش، پیشانی کے نور کو دیکھتے رہنے کی خواہش ہمیشہ بیدار رہی۔ شاہ جی خاموش رہتے تو کسی قدیم یونانی فیلسوف کا مجسمہ دکھائی دیتے، بولتے تو زبان سے پھول برساتے، روتے تو آنکھوں سے خونِ دل بہاتے اور مسکراتے تو بجلیاں گراتے تھے شاہ جی، برطانیہ میں پیدا ہوتے تو لوگ شیکسپیئر کو بھول جاتے۔ ایران میں پیدا ہوتے تو بزرجمہر ہوتے۔ یونان میں پیدا ہوتے تو سقراط ہوتے لیکن وہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ جہاں کے لوگ پیغمبروں کا نام تک نہیں جانتے شاہ جی پیغمبر تو بہر صورت نہ تھے۔ لوگ انہیں کیسے پہچانتے۔ انہیں کیوں یاد کریں؟ ان کا ذکر کیوں کریں؟

شاہ جی عمر بھر قرآن سناتے رہے۔ قبرستانوں میں اذانیں دیتے رہے لیکن ان مُردوں کو نہ جگا سکے، ان قبرستانوں کو زندہ نہ کر سکے اور بالآخر خود ان قبرستانوں میں جا بسے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالمِ دوامِ